Fikr-o-Nasar (Islamabad) 3:5 (1965)

تقریب بین المذاہب الاسلامیہ

محمد سرور

قاہرہ میں تقریباً سولہ برس سے '' جماعۃ التقریب بین المذاہب الاسلامیۃ'' کے نام سے ایک جماعت قائم ہے ۔ اس کے صدر (رئیس) ایک زمانے میں محمد علی علوبہ پاشا تھے ۔ جو پاکستان میں مصر کے سفیر رہ چکے ہیں، اسی زمانے میں اس جماعت کے نائب صدر (نائب الرئیس) شیخ الازہر الشیخ عبد المجید سلیم تھے ۔ اور ان کے ساتھ جماعت مذکور کے سیکرٹری جنرل ایک مشہور شیعہ عالم الشیخ قمی تھے ۔ یہ جماعت ایک ماہنامہ '' رسالۃ الاسلام '' کے نام سے بھی نکالتی ہے ۔

''رسالۃ الاسلام'' کا ربیع الثانی ۱۳۷۱ ھ (جنوری سنہ ۱۹۵۲ء) کا ایک شمارہ جو اس کے چوتھے سال کا پہلا پرچہ ہے ، اس وقت ہمارے سامنے ہے ۔ اس کے سرورق پر رسالے کے نام کے اوپر قرآن کریم کی حسب ذیل آیت مرقوم ہے ۔

ان ھذہ أمتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاعبدون

یہ رسالہ '' دار التقریب بین المذاہب الاسلامیہ بالقاہرہ '' سے شائع ہوتا ہے ۔ اس کے ایڈیٹر (رئیس التحریر) جامعہ ازہر کے ایک عالم شیخ محمد محمد المدنی ہیں ۔ اس رسالے کے پیش نظر شمارے میں تفسیر القرآن الکریم پر شیخ محمود شلتوت کا ایک مضمون ہے ۔ شیخ موصوف بعد میں جامعہ ازہر کے شیخ اکبر یعنی '' ریکٹر '' مقرر ہوئے تھے ۔ ایک مضمون میں محمد علی علوبہ پاشا رئیس جماعۃ التقریب نے پاکستان میں عربی زبان کی نشر و اشاعت کی ضرورت بتائی

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

ہے۔ ایک بڑا اہم مضمون لبنان کے ایک شیعہ عالم شیخ محمد جواد مغنیہ رئیس محکمہ شرعیہ جعفریہ بیروت کا " الاجتہاد فی نظر الاسلام " کے عنوان سے ہے۔ ایک اور شیعہ عالم عبد الحلیم کاشف الغطاء کا " تقریب الاقطار الاسلامیہ " کے عنوان پر مضمون ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

" تقریب بین المذاهب الاسلامیہ " سے مراد مختلف اسلامی فرقوں اور فقہی مسالک کو ایک دوسرے سے قریب کرنا ہے۔ اس جماعت کا مقصد خود اس کے قانون اساسی کے الفاظ میں یہ ہے۔

(۱) العمل علی جمع کلمة ارباب المذاهب الاسلامیه " الطوائف الاسلامیه " الذین باعدت بینهم آراء لاتمس العقائد التي يجب الايمان بها۔

(اصحاب مذاهب اسلامیہ یعنی اسلامی فرقوں کو متحد کرنے کی کوشش کرنا - جنہیں ایسے افکار و آراء نے ایک دوسرے سے دور کر دیا ہے جن کا ان عقائد سے تعلق نہیں ، جن پر ایمان لانا واجب ہے) ۔

(۲) نشر المبادی الاسلامیة باللغات المختلفة و بيان حاجة المجتمع الی الاخذ بها۔

(مختلف زبانوں میں اسلامی اصول و مبادی کی نشر و اشاعت اور اس امر کی وضاحت کہ آج معاشرے کو یہ اصول و مبادی اختیار کرنے کی کس قدر ضرورت ہے) ۔

(۳) مسلمانوں کے دو گروہوں یا فرقوں میں ممکنہ نزاعات کو دور کرنے کی کوشش کرنا اور ان کے درمیان موافقت پیدا کرنا۔

حال ہی میں قاہرہ کے کثیر الاشاعت ہفت روزہ " المصور" نے اپنے جنوری سنہ ۱۹۶۰ء کے شمارے میں اس مسئلے کے متعلق کہ مختلف اسلامی فرقوں اور فقہی مسالک کو ایک دوسرے سے قریب لانے بلکہ انہیں متحد کرنے

کے کہاں تک امکانات ہیں ' بعض اہل علم کے خیالات چھاپے ہیں ' ان صفحات میں ہم ان کا خلاصہ دے رہے ہیں -

جامعہ ازہر کے کلیۃ الشریعۃ (لا کالج) کے استاد الشیخ محمد محمد المدنی نے جو '' جماعۃ التقریب بین المذاھب الاسلامیۃ '' کے اسٹنٹ سیکریٹری (سکریٹر مساعد) ہیں ، بڑی تفصیل سے جماعت مذکور کے قیام اور اس کی سرگرمیوں کی تاریخ بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ جماعت گزشتہ پندرہ سالوں سے مذاھب الاسلامیہ کو ایک دوسرے سے قریب لانے کا کام کر رہی ہے - صاحب موصوف نے اس بارے میں کہا :—

''جو حضرات اس جماعت کے نگران کار رہے ہیں،وہ مسلمانوں کے مختلف مذاھب و فرق کے نمائندے تھے - جیسے مثال کے طور پر شیخ محمد الحسین ال کاشف الغطاء عراق کے شیعہ عالم ، شیخ عبد المحسن شرف الدین الموسوی لبنان کے شیعہ عالم ، شیخ محمد حسین بروجروی ایران کے شیعہ امامیہ کے رہنما اور شیخ محمد تقی القمی یکے از علمائے شیعہ ایران - اور یہی آخر الذکر بزرگ تھے جنہوں نےسب سے پہلے اس جماعت کو قائم کرنے کی دعوت دی تھی- اس ''جماعۃ التقریب بین المذاھب الاسلامیہ'' کی سرگرمیوں میں جامعہ ازھر کےبہت سے شیوخ و اساتذہ بھی برابر شریک رہے - اس ضمن میں خود جامعہ ازھر نے یہ کیا کہ اپنے ''کلیۃ الشریعۃ'' میں شیعہ امامیہ و زیدیہ کے مذھب کو نصاب تعلیم میں داخل کر لیا ، اور اسی طرح جامعہ ایران نے اپنے کلیۃ المعقول و المنقول میں جو ھمارے ھاں کے کلیۃ الشریعۃ کی طرح ہے ، اھل سنت کی فقہ کو نصاب تعلیم میں داخل کیا - واقعہ یہ ہے کہ یہ جماعت مختلف مذاھب اسلامیہ کے علماء سے جو دور دراز ملکوں میں بکھرے ہوئے ہیں' رابطہ قائم کرنے میں ایک حد تک کامیاب ہوئی ہے - اور اس کی کوششوں کا نتیجہ تصنیف و تالیف اور اپنا ایک مجلہ نکالنے کی صورت میں جو اس کی دعوت کا حامل ہے ، سامنے آچکا ہے -

شیخ محمد محمد مدنی کے نزدیک مذاھب اسلامیہ کے درمیان تقریب کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ فقہ اسلامی پر کوئی زد پڑے- اور نہ اس

سے مقصد مذاہب اسلامیہ کو ایک دوسرے میں مدغم کرنا ہے۔ کیونکہ موصوف کے الفاظ میں " میری رائے میں ہمارے فقہی اختلافات ایک قابل فخر چیز ہیں اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے دین کا موقف اجتہاد اور استنباط کا ہے ۔ اور یہ کہ وہ آزادی رائے (حریۃ الفکر) میں جو اللہ کی انسان کو عطا کردہ نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت ہے ، رکاوٹ نہیں ڈالتا ۔ نیز جماعت مذکور مذاہب اسلامیہ میں جس قسم کی قربت چاہتی ہے دین اسلام اس کی اجازت دیتا ہے " ۔

شیخ موصوف نے کہا کہ قاہرہ میں اس جماعت کا جو مرکز ہے اسے " تقریب بین المذاہب الاسلامیہ " کے فکر کا اسلامی مرکز بنانا چاہئے تاکہ جتنے بھی اس فکر کے ماننے والے ہیں ان سب کی کوششوں کا یہاں اتحاد ہو اور ان کے فقہی مباحث و آراء نرمی و سلامت روی سے خالص علمی فضا میں صحیح اسلامی قواعد کی روشنی میں باہم ملیں ۔ اس صورت میں مسلمانوں پر ان اسباب کا انکشاف ہوگا جو عقائد دینی اور احکام شرعی کے بارے میں ان میں اختلافات کا باعث بنے ۔ اس کے بعد وہ اس قابل ہو سکیں گے کہ ان اختلافات سے پوری ذہنی بیداری اور احتیاط کے ساتھ عہدہ برآ ہو سکیں اور ان کے متعلق صحیح رائے پر پہنچ سکیں جس کی طرف منطق اور دلیل رہنمائی کرتی ہے۔

ڈاکٹر احمد شرباصی استاد جامعہ ازہر نے اس مسئلے پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا :— "جہاں تک دین کے اصول، اس کے اساسی قواعد اور اللہ کی کتاب اور اس کے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی صحیح اور " متواتر " سنت کے جو منصوص فرائض ہیں ، ان کے بارے میں تمام مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں ۔ البتہ اس ضمن میں جو اختلافات ہیں ، وہ کسی مسئلے کے متعلق ایک سے زیادہ رائیں ہونے اور جزئیات و فروع اور طریقہ ہائے تطبیق کے سلسلے میں فہم و نظر کے اختلاف کی وجہ سے ہیں ۔ چنانچہ نیتوں ، دماغوں اور اخذ و استنباط کی استعداد میں اختلافات کی بناء پر یہ اختلافات پیدا ہوئے ۔ اور جیسا جیسا وقت گزرتا گیا ان اختلاقات کی حدت زیادہ ہوتی گئی - نیز سیاسی محرکات ، تعلیمات اور ذاتیات نے ان اختلافات کے شعلوں کو اور بھڑکایا ۔

اس سے آج کون انکار کرے گا کہ موجودہ حالات میں مختلف مذاهب اسلامیه کو ایک دوسرے سے قریب لانا ایک ایسی خواهش هے ' جو هر اس شخص کے دل میں جسے امت کی وحدت اور اس کا اتحاد عزیز هے ، موج زن هے - اگرچه مذاهب اسلامیه کے ایک دوسرے سے قریب آنے سے اس وقت جو اختلافات هیں وہ همیشه کے لئے ختم نہیں هوں گے اور فہم و ادراک اور اخذ و استنباط میں تفاوت کی وجه سے جزئیات و فروع میں اس طرح کے ایک حد تک اختلافات موجود رهیں گے - لیکن اس سلسلے میں هم یه چاهتے هیں که یه اختلافات صرف اسی دائرہ فکر تک محدود رهیں ' اور انهیں سیاسی ' فرقه وارانه اور گروهی اغراض کے لئے استعمال نه کیا جائے -

باقی رها یه که مذاهب اسلامیه کو ایک دوسرے سے قریب لانے کے لئے کیا اقدامات هوں ' ڈاکٹر شرباصی نے بتایا که اس بارے میں تو بعض اقدامات عملاً کئے بھی جا چکے هیں، مثلاً جامعه ازهر کے لئے آئین کے تحت مجمع البحوث الاسلامیه تشکیل کیا جا چکا هے ' جس کے پیش نظر یہی مقصد هے - اس مجمع کے زیر اهتمام ایک مؤتمر بھی هوئی جس میں ۴۳ ملکوں کے علمائے مسلمین شریک هوئے لیکن مجھے یه اندیشه هے که مجمع کی ان مؤتمروں کی کاروائیاں کہیں محض علمی بحث و تمحیص بن کر نه رہ جائیں - میرا خیال هے که ایک مؤتمر اسلامی صرف مذاهب اسلامیه کو ایک دوسرے سے قریب لانے کی غرض سے منعقد کرنی چاهئے اور اس کے سوا اس کا اور کوئی مقصد نہیں هونا چاهیئے - اس مؤتمر کا پہلا کام یه هو که وہ مذاهب اسلامیه کو ایک دوسرے سے قریب لانے کا ایک تحقیقی راسته متعین کرے، جس سے که اسلام کے اصول و مبادی کو بھی کسی قسم کا گزند نه پہنچے ' اور وہ راسته تمام مسلمانوں کے لئے خیر و برکت کا باعث بھی هو -

شیخ محمد زکریا البردیسی استاد الشریعة جامعه ازهر نے اس سلسلے میں اظہار رائے کرتے هوئے کہا که مذاهب اسلامیه کو ایک دوسرے سے قریب لانا ممکن هے ' بلکه موجودہ حالات نے تو اس چیز کو همارے لئے حتمی بنا دیا هے - کیا یه واقعه نہیں که تمام مذاهب کا مرجع کتاب و سنت هے ، اور یه

جو لوگوں میں بعض فقہی مسائل کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، تو اس کا سبب ان کا فہم و ادراک کا باہمی اختلاف ہے۔

شیخ موصوف نے فرمایا کہ میں ذاتی طور پر ان لوگوں میں سے ہوں جو مذاہب اسلامیہ کو ایک دوسرے سے قریب لانے کے داعی ہیں۔ خود ہمارے ہاں احوال شخصیہ (پرسنل لا) کے بارے میں جو نئے قوانین مرتب ہوئے ہیں ان میں ہم نے وارث کے لئے وصیت کا حق تسلیم کیا ہے۔ یہ بات ہم نے شیعہ مذہب سے لی ہے۔ اس ضمن میں چاروں مذاہب فقہ کو جو وارث کو وصیت کرنے کا حق نہیں دیتے، نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اور یہ لوگوں کے مصالح کے پیش نظر اور مسلمانوں کے فائدے کے لئے کیا گیا ہے۔ لیکن ساتھ یہ بھی ملحوظ رہا ہے کہ کتاب اللہ اور سنت نبوی کے مقرر کردہ حدود سے باہر نہ نکلیں۔

جامعہ ازہر کے کلیۃ الشریعۃ کے استاد شیخ عبد العال عطا کی رائے میں ایسے امور سے عہدہ برآ ہونے کے لئے حقیقت پسندی کی ضرورت ہے۔ اور اگر اس بارے میں جذبات سے کام لیا گیا۔ تو اس سے مزید دشواریاں پیدا ہوں گی اور تمام محنت ضائع جائے گی۔ موصوف کے نزدیک مذاہب اہل سنت کو تو ایک دوسرے سے قریب لانا ممکن ہے۔ کیونکہ ان کے اصول عقائد میں ایسی چیزیں پہلے سے موجود ہیں۔ مثال کے طور پر ایک مسئلہ ''مراعاۃ الخلاف'' کا ہے اور وہ یہ کہ اختلاف کو زیادہ بڑھنے سے روکنے کے لئے ایک فریق دوسرے فریق کی رائے کو تسلیم کر لے۔ اہل سنت کے اصول مذاہب میں سے یہ ایک اصول ہے۔ اس کے ساتھ ہی دوسرا اصول یہ ہے کہ کسی فقہی اختلاف کے متعلق قاضی کا فیصلہ قول فیصل کا حکم رکھتا ہے۔ اور مدعی اور مدعا علیہ دونوں کو اسے ماننا ضروری ہے اس کے برعکس اہل سنت اور شیعہ کے درمیان جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کا نہ انکار ہو سکتا ہے اور نہ اس سے تجاہل برتا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ اختلاف عقائد کا اختلاف ہے۔ مثلاً اہل سنت قیاس و اجماع کو مانتے ہیں اور شیعہ سرے سے اس اصول کا انکار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان دونوں میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں

جو انہیں ایک دوسرے سے قریب لانے کی تمام کوششوں کو ناکام بنا دیں گی ۔

ہفت روزہ " المصور " کے اسی شمارے میں ایک خاتون نائلہ علوبہ نے ایک مختصر سا مضمون لکھا ھے ۔ جس کا عنوان ھے " مذاھب اسلامیہ کو ایک دوسرے سے قریب لانے کی ایک عملی مثال " ۔ اس کے بعد موصوفہ نے یہ سوال پوچھا ھے :— " باپ کے ترکے کی بیٹیاں کیوں وارث نہ ھوں ؟ " ۔

قاھرہ میں خاندانی مسائل پر بحث و تمحیص کے لئے ایک مؤتمر ھوئی تھی ، جس میں محترمہ نائلہ علوبہ نے یہ سوال اٹھایا کہ ایک باپ کا انتقال ھو جاتا ھے ۔ اور وہ اپنے پیچھے صرف بیٹیاں چھوڑ جاتا ھے محترمہ کا مطالبہ یہ تھا کہ جس طرح باپ کی موت کے بعد اس کی اولاد ذکور اس کے ترکے کی وارث ھوتی ھے اسی طرح اس صورت میں مرنے والے باپ کی بیٹیاں اس کے ترکے کی وارث ھوں ۔ محترمہ کا کہنا یہ تھا کہ ایسے حالات میں بیٹوں سے کہیں زیادہ مرنے والے باپ کی بیٹیاں اس کے ترکے کی محتاج ھوتی ھیں ۔ اس لئے بجائے اس کے کہ متوفی کا ترکہ اس کے دوسرے اقارب کو ملے ، یہ سارے کا سارا اس کی بیٹیوں کو ملنا چاھئے ۔ اب مذھب شیعہ میں تو یہ معمول بہ ھے ، لیکن اھل سنت کے ھاں نہیں ۔

اس سوال کے پیش نظر محترمہ نائلہ علوبہ نے احوال شخصیہ (پرسنل لا) کی قوانین کی کمیٹی کے سامنے اس کے متعلق جو یاد داشت پیش کی اس کا ترجمہ یہاں دیا جا رہا ھے ۔

قرآن مجید کا خصوصی امتیاز یہ ھے کہ وہ ایک مقدس کتاب ھے ۔ جس نے کہ عبادات اور معاملات پر بحث کرتے ھوئے صرف اصول پیش کئے ھیں اور ان کی تمام تفصیلات اجتہاد پر چھوڑ دی ھیں ۔ یہ اجتہاد چار صدیوں تک بروئے کار رہا ۔ اور اس کا ماحصل فتوؤں ، کتابوں اور فقہی مباحث کی شکل میں موجود ھے ۔ اس کے علاوہ قرآن مجید کی تعلیمات اور اس کے اوامر و نواھی اپنے تمام اجزاء میں اتنے متوازن ھیں کہ ان میں کیا بلحاظ نفس بحث کے اور کیا بلحاظ تفصیل کے کہیں افراط تفریط نہیں ۔

اب واقعہ یہ ھے کہ قرآن مجید میں وراثت کے احکام کے دوسرے احکام کی طرح صرف اصول بیان ھوئے ھیں اور تفصیلات کے لئے اجتہاد کا دروازہ کھلا

چھوڑ دیا گیا ھے ۔ بیشک اجتہاد میں شرط یہ ھے کہ اصل اصول کی خلاف ورزی نہ ھو چنانچہ اس بارے میں شارحین نے اجتہاد کیا اور وہ برابر اجتہاد کرتے رھے ھیں۔ اور انہوں نے مصالح عامہ کو ملحوظ رکھتے ھوئے احکام وراثت کی تفسیر و تشریح کی ھے ۔ جیسا کہ مورث کو اس امر کی اجازت دی گئی کہ وہ اپنے مال میں سے ایک تہائی میں بغیر وارثوں سے اجازت لئے تصرف کر سکتا ھے ۔ اس سلسلے میں مذاھب اسلامیہ میں سے ایک مذھب اور وہ مذھب شیعہ ھے ' اپنی فقہ میں اس فیصلے پر پہنچا ھے کہ اگر مورث کی صرف ایک یا ایک سے زیادہ بیٹیاں ھوں تو وہ اپنے متوفی باپ کے تمام ترکے کی وارث ھوں گی۔ اور متوفی کے اقارب کو کچھ نہیں ملے گا اس کے ھرگز یہ معنی نہیں کہ اگر بیٹے اور بیٹیاں دونوں موجود ھوں تو وہ وراثت میں برابر برابر حصے کے مستحق ھوں گے ۔ کیونکہ للذکر مثل حظ الانثیین '' (لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ملے) قرآن مجید کی واضح نص ھے ۔

اب بعض معترض یہ کہیں گے کہ مذھب شیعہ ھمارے ملک میں معمول بہ نہیں ۔ لیکن کیا یہ واقعہ نہیں کہ مذھب شیعہ بھی ایک اسلامی مذھب ھے اور ھماری وزارت اوقاف نے اس کا اقرار و اثبات کیا ھے ۔ اس کی نگرانی میں ایسی کتابیں شائع کی گئی ھیں جو اس قدیم مذھب کی حقیقت کو واشگاف کرتی ھیں ۔ اور اس مذھب اور اس کے عقیدے کے بارے میں ذھنوں میں جو غلط فہمیاں پیدا ھو گئی ھیں ان کو دور کرتی ھیں ۔ پھر یہ مذھب وہ مذھب ھے جسے وطن عربی کا ایک کافی بڑا حصہ مانتا ھے ۔ اور اس کو سمجھنے اور اس کے اصول جاننے کی کوشش عربوں کی وحدت کی تحریک کے لئے مفید ھے ۔

اس ضمن میں یہ بھی ملحوظ رھے کہ مذھب شیعہ اپنی فقہ میں قرآن مجید میں وارده اصول تشریع پر حدیث سے زیادہ زور دیتا ھے ۔ اور اس کے باوجود اس کے ھاں یہ طے شدہ بات ھے کہ اگر متوفی کی صرف ایک یا ایک سے زیادہ بیٹیاں ھوں تو وہ متوفی باپ کے ساری کے ساری ترکے کی وارث ھوں گی ۔

مذھب شیعہ اپنے اکثر فقہی مسائل میں اھل سنت کے مذاھب اربعہ سے متفق ھے ۔ آخر اس میں کیا حرج ھے اگر ھم بیٹیوں کے متوفی باپ کی وارث ھونے کے بارے میں شیعی فقہ کے اس مسئلے کو اختیار کر لیں ۔